ہندوستان میں "اسلام" سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب کے ذریعے پہنچا

علاقہ "سندھ" سے آلِ محمدؐ کا خصوصی علاقہ و رابطہ

یہ ظاہر ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام کی ساری ذمہ داری امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ پر تھی۔ جس طرح سرکارِ دو عالمؐ اپنے عہدِ نبوت میں تا بہ حیات ظاہری اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور اسے فروغ دینے میں تن من دھن کی بازی لگاتے رہے۔ اسی طرح ان کے بعد امیرالمومنینؑ نے بھی اسلام کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کی اور کسی وقت بھی اس کی تبلیغ سے غفلت نہیں برتی۔ یہ اور بات ہے کہ غصبِ اقتدار کی وجہ سے دائرۂ عمل وسیع نہ ہو سکا اور حلقۂ اثر محدود ہو کر رہ گیا۔ تاہم فریضہ کی ادائگی امامت کی خاموش فضا میں جاری رہی۔ یہاں تک کہ اقتدار قدموں میں آیا اور منہاجِ نبوت پر کام شروع ہوگیا۔ تبلیغ کے محدود حلقے وسیع ہوگئے، امامت خلافت کے دوش بدوش آگے بڑھی اور اسلام کی روشنی ممالک غیر میں پہنچنے لگی۔ ہندوستان جو کفر و الحاد، اور غیر اللہ کی پرستش کا مرکز اور ملجا و ماویٰ تھا، امیرالمومنینؑ نے دیگر ممالک کے ساتھ ساتھ وہاں بھی اسلام کی روشنی پہنچانے کا عزم محکم کر لیا اور تھوڑی سی جدو جہد کے بعد وہاں اسلام کی کرن پہنچا دی اور زمینِ ہند کو اسلامی تابندگی سے منور کر دیا، امام المورخین ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابنِ قتیبہ دینوری اپنی کتاب "المعارف کے ص۹۵ طبع مصر ۱۹۳۴ء میں لکھتے ہیں "انما بلغ الاسلام فی السندہ اولاً فی زمن امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کما یشھد علیہ وقائع کثیرۃ"۔ اسلام سندھ (ہندوستان میں سب سے پہلے امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے عہد میں پہنچا۔ اس پر بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ چچ نامہ قلمی ص۳۲ میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ۳۸ھ میں ناظر بن دعور کو سرحداتِ سندھ کی دیکھ بھال کے لیے روانہ کیا۔ یہ روانگی بظاہر اپنے مقصد کیلئے راہ ہموار کرنے کی خاطر تھی اور یہ معلوم کرنا مقصود تھا کہ ہندوستان میں کیونکر داخلہ ہو سکتا ہے۔ اسی مقصد کیلئے اس سے قبل عہدِ عثمانی میں، عبداللہ بن عامر ابن کریز کو مقرر کیا گیا تھا۔ مورخ بلاذری لکھتے ہیں کہ وہ "ثغر الہند" کی طرف دریائی مہم پر روانہ ہوئے۔ غرض یہ تھی کہ اس ملک کے حالات سے آگاہی حاصل ہو۔ عبداللہ بن عامر نے حکیم بن جبلۃ العبدی کی سرداری میں ایک دستہ سمندر کے رستے روانہ کیا۔ وہ بلوچستان اور سندھ کے مشرقی علاقہ کو دیکھ کے واپس آئے تو عبداللہ نے ان کو عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیا کہ جو کچھ دیکھا ہے جا کے سنا دیں۔ عثمان نے پوچھا اس ملک کا کیا حال ہے۔ کہا، میں نے اس ملک کو چل پھر کے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ عثمان نے کہا مجھ سے اس کی

کیفیت بیان کرو۔ "حکیم بن جبلہ" نے کہا کر ماءھا وشل، ثمرھا دقل، ولصھا بطل، ان قل الجیش فیھا ضاعوا وان کثروا جاعوا"۔ وہاں پانی کم، پھل ردی، چور بے باک، لشکر کم ہو تو ضائع جائے گا بہت ہو تو بھوکوں مرے گا۔ یہ سُن کر انھوں نے کہا "خبر دے رہے ہو یا سجع کہہ رہے ہو" بولے "نے اپر خبر دے رہا ہوں۔ یہ سُن کر انھوں نے لشکر کشی کا خیال ترک کر دیا۔ (ترجمہ فتوح البلدان بلاذری جلد ۲ ص ۶۱۳)

حضرت عثمان جن کا مقصد ملک پر قبضہ کرنا اور فتوحات کی فہرست بڑھانا تھا۔ وہاں کے حالات سُن کر خاموش ہو گئے اور سندھ وغیرہ کی طرف بڑھنے کا خیال ترک کر دیا۔ لیکن حضرت امیر المومنین علیہ السلام جن کا مقصد فتوحات کی فہرست مرتب کرنا نہ تھا۔ بلکہ دینِ اسلام پھیلانا تھا۔ انھوں نے ناسازگار حالات کے باوجود آگے بڑھنے کا عزم بالجزم کر لیا اور ۳۹ھ میں سندھ پر قابو حاصل کر کے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی راہ ہموار کر دی۔

علامہ ابو الظفر الندوی تحریر فرماتے ہیں کہ ۳۹ھ میں حضرت علی علیہ السلام نے حارث بن مرہ عبدی کو سندھ پر قابو حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ "ففتح السند فی ذالک السنہ" اسی سن میں سندھ فتح ہوا۔ یہ حضرت علی کا کارنامہ ہے کہ سندھ "علی ید علی بن ابی طالب واقام الحکومۃ الاسلامیۃ" علی ابن ابی طالب کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور حکومت اسلامیہ (پہلے پہل) انھیں کے ہاتھوں قائم ہوئی۔ (تاریخ سندھ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

علامہ بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں "آخر ۳۸ھ یا اول ۳۹ھ میں حارث بن مرہ عبدی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر بحیثیت مطوع سرحد ہند پر حملہ کیا، فتحیاب ہوئے کثیر غنیمت ہاتھ آئی، صرف لونڈی غلام ہی اتنے تھے کہ ایک دن میں ایک ہزار تقسیم کئے گئے۔ حارث اور ان کے اکثر اصحاب ارض قیقان میں کام آئے۔ صرف چند زندہ بچے۔ یہ ۴۲ھ کا واقعہ ہے۔ (ترجمہ فتوح البلدان بلاذری ج ۲ ص ۶۱۳ طبع کراچی)

مورخ ذاکر حسین کا بیان ہے کہ "صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں قاسم کی ماتحتی میں ایک معتدبہ فوج روانہ کی گئی جو ۳۸ھ کے اوائل میں سندھ کی فتوحات میں مصروف ہوئی۔ اس نے چند مقامات سندھ پر قبضہ کیا۔ قاسم کے بعد ۳۸ھ کے اخیر میں (یا ۳۹ھ کے شروع میں) حارث بن مرہ عبدی ایک دوسری فوج کے ساتھ دار الخلافہ سے روانہ کیا گیا اور اس نے ان ممالک میں بہت سے ممالک فتح کئے۔ بہت سے ہندو گرفتار کئے گئے اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا جو براہِ راست دار الخلافہ کو روانہ کیا گیا۔ اور ایک دن میں ایک ہزار لونڈی غلام غنیمت کے مال میں تقسیم کئے گئے، حارث بن مرہ مدت تک ان بلاد پر قابض رہے۔ (تاریخ اسلام جلد ۳ ص ۲۲ طبع دہلی ۱۳۳۱ھ)

بادشاہ شنسب بن حریق کا دستِ امیرالمومنین پر ایمان لانا

ہندوستان کے لیے فتح سندھ کے بعد راہ کا ہموار ہوجانا یقینی تھا اسی لیے سندھ فتح کیا گیا۔ فتح سندھ کے بعد امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے اسلامی جدوجہد کے آثار تاریخ میں موجود ہیں۔ مورخ ملا محمد قاسم "ہندوشاہ" فرشتہ زیر عنوان "ذکر بنائے شہر دہلی" لکھتے ہیں کہ ۳۰۷ھ میں داوپتہ راجپوت نے جو کہ طائفہ توران سے تعلق رکھتا تھا قصبۂ اندرپت کے پہلو میں دہلی کی بنیاد رکھی تھی۔ پھر ان کے آٹھ افراد نے اس پر حکومت کی۔ پھر زوال حکومت توران کے بعد طائفہ چوحان کی حکومت قائم ہوئی۔ اس طائفہ کے چھ افراد نے حکومت کی۔ اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے ان کے آخری بادشاہ پتھورا کو قتل کردیا پھر امر حکومت ۵۸۸ھ میں ملوک غور کے اقتدار میں آگیا۔ پھر ملوک غور کے آخری فرمانروا ضحاک تازی پر بادشاہ فریدون کا غلبہ ہوگیا۔ اور ضحاک کے دو پوتے یا نواسے، سوری اور سام اس کے ہمراہ ہوگئے۔ ایک عرصہ کے بعد ان دونوں کو فریدون کی طرف سے اپنی تباہی کا وہم پیدا ہوگیا۔ چنانچہ یہ دونوں نہاوند چلے گئے۔ اور وہاں حکومت قائم کرلی اور فریدون سے مقابلہ شروع کردیا، بالآخر فریدون غالب رہا اور ان لوگوں نے خراج قبول کرکے حکومت قائم رکھی، اور ذریت ضحاک اس مملکت میں یکے بعد دیگرے بزرگ قبیلہ یعنی بادشاہ ہوتا رہا۔

تا بوقت اسلام نوبت بہ شنسب رسید و او در زمانِ امیرالمومنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام بود و بردست آنحضرت ایمان آوردہ۔ منشور حکومت غور بخط مبارک شاہ ولایت پناہ یافت۔ (تاریخ فرشتہ جلد ۱ ص۵۴ مقالہ دوم ذکر۔ بنائے دہلی و احوال ملوک غور، طبع نولکشور ۱۲۸۱ھ)۔

یہاں تک کہ دورِ اسلام آگیا اور نوبت شاہی شنسب تک آپہنچی۔ اس کا زمانہ عہد امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب میں آیا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر ایمان قبول کیا اور مسلمان ہوا اور حکومت غور کا منشور حضرت شاہ ولایت پناہ کے ہاتھوں بنا۔

یہی کچھ طبقاتِ ناصری "مصنفہ ابو عمر منہاج الدین عثمان بن معراج الدین طبع کلکتہ ۱۸۶۴ء ذکر سلاطین شنسبانیہ کے طبقہ ۱۷ ص۲۹ میں بھی ہے۔ تاریخ اسلام ذاکر حسین کے جلد ۳ ص۲۲۲ میں ہے کہ شنسب، ترکی النسل تھا۔

مورخ فرشتہ نے شاہ شنسب کا نسب نامہ یوں تحریر کیا ہے۔ شنسب بن حرنق بن نحیق ابن عیسیٰ بن وذن بن حسین بن بہرام بن بخش بن حسن بن ابراہیم بن سعد بن اسد بن شداد بن ضحاک الخ۔ ص۵۴۔

اولادِ شنسب کی عمل بنی اُمیّہ سے بیزاری

مورخ ملا محمد قاسم فرشتہ، لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں بنی اُمیہ نے یہ اندھیر گردی کر رکھی تھی کہ اہل بیت رسولِ خدا کو تمام ممالکِ اسلامیہ میں منبروں پر بُرا بھلا کہا جاتا تھا۔ اور وہ حکم (بظاہر) یہاں بھی پہنچا ہوا تھا۔ مگر غور میں "اہل غور مرتکب آن امر شنیع نشدند" اہل غور نے اس امر نامعقول کا ارتکاب نہیں کیا تھا (اور وہ اس عمل میں بنی امیہ سے بیزار تھے) تاریخ فرشتہ ص۵۴

اولادِ شنسب کی دشمنانِ آلِ محمدؐ سے جنگ

اسی تاریخ فرشتہ کے ص۵۵ میں ہے کہ جب ابومسلم مروزی نے بادشاہِ وقت کے خلاف خروج کیا تھا اور اس نے اولادِ شنسب سے مدد چاہی تھی تو ان لوگوں نے "در قتل اعدائے اہلبیت تقصیرے نکردو" دشمنانِ آل محمد کے قتل کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے ذریعہ سے اسلام کے ساتھ ساتھ شیعیت بھی ہندوستان میں پہنچی تھی کیونکہ اولادِ شنسب کا طرز عمل شیعیت کا آئینہ دار ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی راہ کوفہ سے سندھ جانے کی خواہش

مورخ ابومحمد محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں کہ "ان الحسین لما سد ہ حر فی طریق کوفہ قال علیہ السلام ان لستم براضین بورود العراق فاترکونی لاذھب الی السندہ" جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حُر نے کوفہ کے راستے میں روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر میرے عراق میں آنے کو پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں سندھ چلا جاؤں۔ اس کے بعد ابن قتیبہ لکھتے ہیں۔ "ویعلم منہ ان الاسلام قد بلغ الیہ من قبل"۔ امام حسینؑ کے اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس وقت سے پہلے سندھ میں پہنچ چکا تھا۔ (معارف ابن قتیبہ ص۹۵ طبع مصر ۱۹۳۴ء، مہیج الاحزان ص۱۶۳)۔

حضرت امام زین العابدین کی ایک زوجہ کا سندھی ہونا

اسلام کا قدیم ترین مورخ ابن قتیبہ اپنی کتاب معارف کے ص۲۳ پر لکھتا ہے، "کانت زوجۃ لامام زین زین العابدین سندیۃ وتولدنھا زید الشہید" امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک بیوی سندھی تھیں۔ اور اس سے حضرت زید شہید پیدا ہوئے تھے۔ پھر اسی کتاب کے ص۹۵ پر لکھتا ہے "اما زید بن علی بن الحسین فکان یکنیٰ اباالحسن وامہ سندیۃ" زید بن علی بن الحسین کی کنیت ابوالحسن تھی اور اُن کی ماں سندھی تھیں۔ ایک اور جگہ لکھتا ہے، "روی ان التی وھبت زین العابدین کانت سندیۃ" مروی ہے جو بیوی امام زین العابدین کو دی گئی وہ سندھی تھی۔ عبدالرزاق لکھتے ہیں کہ زید شہید امام زین العابدین کی شہ

بیوی سے پیدا ہوئے وہ سندھی تھی۔ (کتاب زید الشہید صہ طبع نجف اشرف)۔

ان جملہ حالات پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سندھ (ہندوستان) میں دین اسلام حضرت علی کے ذریعہ سے پہنچا اور اسی کے ساتھ ساتھ شیعیت کی بھی بنیاد پڑی تھی۔ نیز یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سندھ کے مسلمان پر بھروسہ تھا۔ وہ کوفہ و شام کے مسلمانوں پر سندھ کے مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے راہ کوفہ میں ابن زیاد اور یزید بن معاویہ کے لشکر کے سردار، حُر بن یزید ریاحی (جو بعد میں حضرت امام حسینؑ کے قدموں میں شہید ہو کر راہی جنت ہوئے تھے) سے یہ فرمایا تھا کہ مجھے سندھ چلے جانے دو۔ اس کے علاوہ آپ کے فرزند امام زین العابدین نے ایک بیوی سندھ کی اپنے پاس رکھی تھی جس سے حضرت زید شہید پیدا ہوتے تھے۔ یہ تمام امور اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ آلِ محمدؐ کو علاقہ سندھ سے دلچسپی تھی اور وہ اس کے باشندوں کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان پر پورا بھروسہ کرتے تھے۔

حضرت علیؑ کی شہادت

(سنہ ۴۰ ہجری)

کے را میسر شد ایں سعادت　　بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

صفین کے سازشی فیصلہ تحکیم کے بعد حضرت علی علیہ السلام اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب ایک فیصلہ کن حملہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے تیاری شروع فرمادی اور صفین و نہروان کے بعد ہی سے آپ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ حملہ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دس ہزار فوج کا افسر امام حسینؑ کو اور دس ہزار فوج کا سردار قیس ابن سعد کو اور دس ہزار کا ابوایوب انصاری کو مقرر کیا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ فوج کی جو مکمل فہرست تیار ہوئی اس میں چالیس ہزار آزمودہ کار سترہ ہزار رنگ روٹ اور آٹھ ہزار مزدور پیشہ شامل تھے۔ لیکن کوچ کا دن آنے سے پہلے ابن ملجم نے کام تمام کر دیا۔ مقدمہ نہج البلاغہ عبدالرزاق جلد ۲ صہ میں ہے کہ فیصلہ تو ڈھونگ ہی تھا مگر صفین کی جنگ ختم ہو گئی۔ اور معاویہ حتمی تباہی سے بچ گئے۔ اب امیرالمومنین نے کوفہ کا رُخ کیا اور معاویہ پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہو چکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی کہ ایک خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم نے دغابازی سے حملہ کر دیا۔ حضرت امیرالمومنین شہید ہو گئے۔ ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علیؑ کا کام تمام نہیں کیا۔ بلکہ پوری اُمت مسلمہ کو قتل کر ڈالا، تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو خلافت منہاجِ نبوت